GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

Mustafa Zaidi's Couplet

مصطفیٰ زیدی کی قطعہ نگاری

Dr. Raheela Kaousar
Assistant Professor Urdu Minhaj University Lahore at- dr.raheela61@gmail.com
Dr. Saima Ali
Associate Professor, Department of Urdu, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lahore at- saima.ali@ue.edu.pk

Abstract

Mustafa Zaidi, a renowned Urdu poet, is celebrated for his distinctive style of *Qataa' (couplet) writing. His poetry, rich in both classical and modern influences, explores profound themes of love, philosophy, and human existence. Zaidi's *Qataa' reflects a deep intellectual engagement with life's complexities, often combining the aesthetic elegance of traditional poetry with contemporary sensibilities. His mastery of language, coupled with an ability to evoke deep emotions and intricate thoughts in a concise form, has made his work highly admired in literary circles. This paper aims to examine the unique characteristics of Mustafa Zaidi's *Qataa' writing, analyzing his thematic focus, stylistic features, and the impact of his work on modern Urdu poetry.

Keywords: Mustafa Zaidi, Urdu poetry, Qataa', couplet writing, modern Urdu literature, intellectual themes, poetic style, emotional depth, literary analysis.

اگرچہ مصطفیٰ زیدی کا تخلیقی اظہار زیادہ تر غزل اور نظم کی متنوع صورتوں ہی میں ہوا ہے۔تاہم انھوں نے بعض دیگر اصناف مثلاً نوحہ، دوہا، مرثیہ، مثنوی، رباعی اور قطعہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ان اصناف میں قطعات اور رباعیات کی تعداد زیادہ ہے۔ کلیات میں " موج مری صدف صدف "اور "قبائے ساز" میں چند قطعات موجود ہیں جن کی کل تعداد 9+10 یعنی 19 ہے۔ان میں سے بھی "موج مری صدف صدف" کے 9 قطعات میں سے 6 دوبارہ "قبائے ساز" میں شامل کر لیے گئے ہیں۔اس طرح دونوں مجموعوں میں شامل قطعات کی اصل تعداد 4+9 13=بنتی ہے۔

"زنجیریں" قطعات پر مشتمل مجموعہ تھا۔فراق گورکھپوری نے اس کا پیش لفظ لکھا تھا جس کے چند جملے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مصطفیٰ زیدی نے اپنے ابتدائی مجموعے تک کم از کم 100 قطعات کہ لیے تھے۔وہ لکھتے ہیں:

"اب سے ڈھائی برس پہلے ان قطعات کی داغ بیل ان کے ذہن میں پڑی اور تین مہینوں کے اندر اندراِن قطعات کی تعداد سو تک پہنچ گئی جب ان کی عمر مشکل سے پندرہ برس کی تھی۔۔۔)"1 (

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

"افکار"اور "نقش" کے مصطفٰی زیدی نمبر بھی اپنے اپنے انتخاب کلام میں قطعات پیش کرتے ہیں۔افکار میں ایسے قطعات کی تعداد (جو الگ اور نئے ہیں) صرف 5 ہے۔جبکہ "نقش" میں ایسے قطعات کی تعداد 19 ہے۔کوہِ ندا میں بھی 3 قطعات شامل ہیں۔اس طرح دستیاب قطعات 40 ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے:

موج مری صدف صدف	9		
قبائے ساز	4	=	(10-6)
کوہِ ندا	3		
افکار	5	=	(1-6)
نقش	19		
	40		

متفرق شعری اصناف میں مصطفٰی زیدی کی رباعیات ان نایاب چیزوں میں شامل ہیں جو توجہ چاہتی ہیں۔کیونکہ یہ صرف روشنی (باراوّل) الہ آباد کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتیں۔روشنی باراوّل میں ان کی تعداد 28 ہے۔)2(

مصطفٰی زیدی کے یہاں نظم اور غزل کے بعد جس مصنف میں زیادہ طبع آزمائی ہوئی ہے۔وہ قطعہ ہے۔ان کا پہلا مجموعۂ کلام ہی قطعات پر مشتمل ہے۔قطعہ عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کے لغوی معنی کسی چیز کے ٹکڑے، حصّے یا جزو وغیرہ کے ہیں۔شاعری کی اصطلاح میں قطعہ ایک ایسی نظم کو کہتے ہیں۔جو دو یا دو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہو۔مطلع کی موجودگی ضروری نہیں مگر ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں قافیہ کی پابندی ضروری ہے۔کچھ محققین قطعے کو قصیدے کا ٹکڑا قرار دیتے ہیں اور بعض قصیدے کے ساتھ غزل کو شامل کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ یہ قصیدے یا غزل کا جدا کیا ہوا حصہ ہے۔

قطعے کو قصیدے کا ٹکڑا محض اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں اور قصیدے میں ایک ظاہری مشابہت پائی جاتی ہے۔اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی قصیدے کا ایک حصہ کاٹ کر علیحدہ کر لیا گیا ہو۔

مصطفٰی زیدی کے یہاں دو طرح کے قطعے پائے جاتے ہیں ایک تو وہ قطعات جو خالص قطعے کی غرض سے کیے گئے اور دوسرے وہ قطعات جو قدرے طویل ہیں۔ایسے اشعار ان کے کلیات میں بعض اوقات نظم کے عنوان سے دیے گئے ہیں اور بعض اوقات غزلوں میں شامل کر دیے گئے ہیں۔مثلاً گریباں میں ایک غزل جس کا مطلع ہے:

بیٹھا ہوں سیہ بخت و مکدر اسی گھر میں
اُترا تھا مر اماہ منور اسی گھر میں

(3)

قبائے ساز میں "اسی گھر میں" کے عنوان سے بہ حیثیت نظم شامل ہے۔(4) اس کے علاوہ کئی نظمیں قطعہ کی ہیئت میں کہی گئی ہیں۔جیسے نظم وہ "اجنبی"، "کردار"، "آج بھی"، "فگار پاؤں مرے"، "نذر داغ" اور "کوئی قلزم، کوئی دریا کوئی قطرہ مدّوے" وغیرہ۔"زنجیریں" کے قطعات دو اشعار پر مشتمل ہیں اور باقاعدہ عنوانات بھی دیے گئے ہیں۔جیسے "دعوت جمال"، "احتیاط"، "تسکین"، "کون"، "وداع"، "عبادت زندگی"، "موجود مرحوم"، "عظمت اشک"، "شاعر اور دنیا"، "مجسم نغمگی"، "جرات

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

اوّلیں"،"کالج نوٹ بک میں"،"ایک رنّال دوست ہے"،"نارضگی بے سبب"،"سادگی"،"بعدالمشرقین"،"آؤس جائیں"،"افتخار"،"تنویر"،"نشۂ دولت" اور"مارشل لا سے مارشل لاتک"(کوہِندا) وغیرہ۔

قطعے میں پہلے شعر کے مطلع ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں نقادوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔امداد امام اثر کے خیال میں"مروضی ترکیب اس صنف شاعری کی وہی ہے جو قصیدہ کی ہے۔اِلا یہ کی اس صنف شاعری میں ہمیشہ مطلع ندارد ہوتا ہے۔)"5(

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں:

"۔۔۔مگر جب ہم مشہور قطعہ نگاروں کے قطعات کا مطالعہ کرتے ہیں اور بعض دوسرے مشہور محققین کی آرا پڑھتے ہیں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔کہ مطلع موجود ہو تو کوئی حرج نہیں

صاحب فرہنگ آنندراج اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"قطعہ دراصطلاح شعرا دوبیت یازیادہ مطلع دارد یاندارد"

رام بابو سکسینہ کی رائے یہ ہے:

"پہلے دو مصرعوں کے لیے ہم قافیہ ہوناضروری نہیں۔"

گویا اگر قافیہ موجود ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔اور اس کی تصدیق بڑے قطعہ نگار شعرا کے کلام سے ہوتی ہے۔۔۔۔۔اسی طرح تقریباً ہر شاعر کے قطعات میں کہیں مطلع مل جاتا ہے اور اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا۔مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ مطلع کا استعمال کم رہا ہے۔عام رجحان یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر قافیہ بے ساختہ ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ورنہ خواہ مخواہ مطلع کہنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔۔۔)"6(

مصطفیٰ زیدی کے یہاں عموماً قطعات میں جہاں مطلع استعمال ہوا ہے بے ساختگی سے ہوا ہے۔ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ یہ مطلع کوشش کرکے یا خواہ مخواہ لایا گیا ہے۔بلکہ کبھی کبھی تو قافیے کے ساتھ ردیف کا التزام بھی کیا گیا ہے۔قطعہبہ عنوان"جرات اوّلین" دیکھیے:

جلوہ فرما ہیں ہمتّیں کتنی
گنگناتی ہیں حسرتیں کتنی
بوسۂ اوّلیں میں اے ہمدم
رقص کرتی ہیں جراتیں کتنی

(7)

قطعہ "کون؟" میں بھی ایسا ہی التزام ملتا ہے:

تھپکیاں دیتی ہوئی ہنستی ہوئی گاتی ہوئی
ہر غم دوراں کو میٹھی نیند میں لاتی ہوئی
دفعتاً گزریں یہ کس کی انگلیاں اے ہمنشین

میرے ان اُلجھے ہوئے بالوں کو سلجھاتی ہوئی

(8)

قطعہ موجود مرحوم بھی اسی طرح ہے:

نہ تو کہتا ہوں کچھ نہ سنتا ہوں
ہات پر ہات رکھ کے بیٹھا ہوں
ایک طائر کے چیخ اُٹھنے پر
یاد آتا ہے میں بھی زندہ ہوں

(9)

قطعات میں ردیف کا استعمال شاذونادر ہی کیا جاتا ہے کیونکہ ردیف (خصوصاً لمبی ردیف) اکثر مسلسل گوئی کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے تاہم اکثر بڑے شعرانے بھی قطعے میں کہیں کہیں ردیف کا التزام رکھا ہے۔ جیسے جوش کا یہ قطعہ:

سحر کو دیدۂ بیدار میں آنسو جھلکتا ہے
حقیقت میں اک پردہ ہے جس میں تو جھلکتا ہے
یہ فیض سوزِ نہاں ہے کہ راتوں کی خموشی میں
جب آنکھیں بند کرتا ہوں مرا پہلو جھلکتا ہے

(10)

احسان دانش کے ایک طویل قطعے کا مطلع دیکھیے:

پلا وہ جام ساقی انجمن سرشار ہو جائے
خرد کو نیند آجائے، جنوں بیدار ہو جائے

(11)

احمد ندیم قاسمی کے ردیف و قافیہ سے مزین مطلع کے ساتھ قطعہ دیکھیے:

ڈھول بجتے ہیں دھمادھم کی صدا آتی ہے
فصل کٹتی ہے، لچکتی ہے بچھی جاتی ہے
نوجواں گاتے ہیں جب سانولے محبوب کے گیت
ایک دوشیزہ ٹھٹھک جاتی ہے شرماتی ہے

(12)

قطعہ میں ردیف کو اس طرح نبھانا بڑے شعرا سے تو ہو جاتا ہے مگر ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ہے کہ دو شعروں میں ردیف اور خاص طور پر قدرے طویل ردیف سے مرکزی خیال کی وحدت کو بھی برقرار رکھ سکے۔ مصطفی زیدی نے یہ احتیاط کی ہے کہ جہاں کہیں ردیف کا التزام کیا ہے، وہاں محض ایک لفظ کی ردیف استعمال کی ہے۔اس طرح مرکزی خیال کو فوقیت پر اثر نہیں پڑا۔

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، کلیم الدین احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" قطعے میں زیادہ اہم چیز مرکزی خیال ہے۔اس مرکزی خیال کے ارد گرد تمام شعر کہے جاتے ہیں اور اسی مرکزی خیال کی وضاحت اِن اشعار کا مقصد ہوتا ہے۔قطعات کے لیے ابتدا، وسط اور انتہا میں ربط و مطابقت ضروری ہے۔ چونکہ قطعات میں انتشار خیالات نہیں ہوتا۔اس لیے ذہن پر مختلف غیر مربوط نقوش مرتسم نہیں ہوتے بلکہ بہ اعتبار معنی ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں۔خیالات کی تکمیل اختتامِ قطعہ سے پہلے ممکن نہیں"(13)

مصطفی زیدی کے قطعات میں یہ خوبی بجا طور پر موجود ہے۔ان کے دو اشعار پر مشتمل قطعوں میں یہ خصوصیت زیادہ واضح نظر آتی ہے۔ان کے یہاں قطعات کے اشعار میں ربط ہوتا ہے اور اشعار ایک زنجیر کی مختلف کڑیوں کا کام کرتے اور معنی کی انجیر کو مکمل کرتے ہیں۔ لہٰذا جب خیالات کی کڑیاں واضح ہوتی ہیں تو بیان نہ صرف صاف اور رواں نظر آتا ہے بلکہ شگفتہ اور برجستہ بھی ہوتا ہے۔ مصطفی زیدی کے قطعے میں کم ہی اشعار ایسے ملیں گے جو معنی کی کمی یا بے جا طوالت کا احساس دلائیں۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے انھوں نے طویل قطعات بہت کم کہے ہیں اور زیادہ تر رباعی اور دوبیتی کی طرح دو اشعار پر ہی اکتفا کیا ہے۔قطعہ بہ عنوان "دعوت جمال" میں شگفتگی کے ساتھ ساتھ دونوں اشعار کا ایک دوسرے سے ربط دیکھیے:

کتنی رنگین رت یہ آئی ہے
کھل اُٹھے پھول ہنس پڑے گلشن
گاؤں سے خط لکھا ہے انجم نے
تم بھی آؤ کہ آ گئے ساون

(14)

"وداع" کے زیرِ عنوان قطعہ:

آج وقت وداع اے ہمدم
میری آنکھوں میں اشک بھر آئے
ہٹ گیا یوں کوئی پسِ چلمن
جیسے بادل میں چاند چھپ جائے

(15)

ان قطعات میں خیال مسلسل ارتقا میں چلتا ہوا چوتھے مصرعے میں اپنی انتہا کو پہنچ کر ایک عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے۔اور ایک شدید تاثر دے کر ختم ہو جاتا ہے۔

مصطفی زیدی کے اوّلین دور کے قطعے ان کے پہلے مجموعۂ کلام "زنجیریں" کا حصہ ہیں۔اس دور کے قطعات میں غالب رنگ رومانویت کا ہے۔ قطعہ "عبادت زندگی" دیکھیے:

برف کے نم اداس سینے پر

رشک کرتی ہے شعلگی میری

موت کا راگ چھیڑ کر اے تیغ

مسکراتی ہے زندگی میری

قطعہ بہ عنوان تسکین:

کوئی اپنا نہیں زمانے میں

کس سے یہ داستانِ شوق کہوں

اب تو ماضی کی یادگاروں کو

چومتا ہوں گلے لگاتا ہوں

(16)

مگر یہ رومانوی شاعر معاشرتی ناہمواریوں کی کسک بھی محسوس کرتا ہے۔اسے غلام ملک کے غلام باشندوں کی کس مپرسی پر بھی تکلیف ہوتی ہے۔اسے امیر و غریب کا فرق بھی دکھ پہنچاتا ہے۔اسے دولت کی بے جا حکمرانی سے بھی وحشت ہوتی ہے۔یہ شاعر جوش اور مجاز کے زمانے کا شاعر ہے۔سو پس منظر میں یہ عناصر بھی کارفرما ہے تو اس طرح کے قطعات دیکھنے کو ملے۔

"ایک رمّال دوست سے:

اس طرح غور سے مت دیکھ مراہات اے دوست

اِن لکیروں میں تو حسرت کے سوا کچھ بھی نہیں

صرف میری ہی نہیں سارے غلاموں کی یہاں

زندگی تلخ حقیقت کے سوا کچھ بھی نہیں

(17)

نشہ دولت:

اک بلا ہے بلا یہ دولت مند

گاؤں بھر کے لیے ہے دردِ سری

ایک لڑکی کھڑی ہے اس کے حضور

قبضۂ جن میں جیسے کوئی پری

(18)

GUMAN گمان VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

یوں بظاہر تو یہ کوئی بہت بڑا خیال نہیں ہے مگر اسے اس تناظر میں رکھ کر دیکھا جائے جس میں مصطفٰی زیدی شعر کہہ رہے تھے تو یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ انقلابی دور، نعرہ بازی، ترقی پسندی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کے نقشے اور معیشت پر پے درپے اثرات ایسی وحشت اور تلخی پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن مصطفٰی زیدی کا لہجہ مکمل طور پر کبھی بھی قنوطی نہیں ہوا۔ امید اور حوصلے کی روشنی کہیں نہ کہیں سے ضرور پھوٹتی ہے۔

تنویر:

دہر کی ظلمت مکمل میں
اس طرح جگمگا رہا ہے ضمیر
جیسے حوّا کا اوّلین پرتو
جیسے آدم کے خواب کی تعبیر

(19)

"کوہِ ندا" کے قطعوں سے قطع نظر "موج مری صدف صدف" اور "قبائے ساز" کے قطعوں کا غالب رنگ "زنجیریں" ہی کی توسیعی شکل ہے۔ "زنجیریں" کے پیش لفظ میں فراق لکھتے ہیں:

"میں صرف اتنا کہوں گا کہ اس سن وسال میں شاید ہی کسی شاعر کا کلام سلجھا ہوا اور سانچے میں ڈھلا ہوا دستیاب ہو سکے گا۔ ان قطعات کی زبان اتنی فطری اور بے تکلف ہے کہ ان کا نثر کرنا ممکن نہیں۔ یہ مجموعہ ایک نرم و نازک اور شاداب شاخ ہے جس کے ہر پیچ و خم میں سفید غلابی اور کئی ہلکے رنگ کی (پھیکے رنگ کی نہیں) کلیاں آہستہ آہستہ کھلتی جا رہی ہیں۔۔۔)20"(

فطری اور بے تکلف زبان کا انداز دیکھیے:

کتنی معصوم ہیں یہ گاؤں کی دوشیزائیں
جیسے تاروں کی حسیں چھاؤں میں آکاش کے لے
تک رہا ہوں میں بڑی دیر سے پنگھٹ کی طرف
اور سمجھتا نہیں کوئی مرا مطلب کیا ہے

(21)

جمالیاتی احساس مصطفٰی زیدی کا ایک بنیادی وصف ہے یہ احساس ان کے ہم عصر شعرا میں بھی تھا مگر مصطفٰی زیدی کی بے باکانہ روش نے اس میں ایک دلکشی پیدا کر دی ہے۔

مجسم نغمگی:

سانس لیتی ہے جب وہ غنچہ نفس
جاگ پڑتی ہیں سانس کی تانیں

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

یوں مچلتا ہے نقرئی سینہ
جیسے سنگیت کی حسیں لہریں

(22)

"زنجیریں" کے قطعات اوّلیں کوشش ہونے کے باوجود قاری کو چونکا دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"شاعر اور دنیا" کے عنوان سے کہے گئے قطعے میں "سیماب" اور "گرم شیشے کے طشت" کے استعاروں نے ایک مسلسل حرکت، حرارت اور تھرتھراہٹ کی کیفیت پیدا کر دی ہے:

نہ ترانے، نہ جام و ساز و سراب
دل بھی پُر آب، آنکھ بھی پر آب
تیغ یوں دہر میں ہوں میں جیسے
گرم شیشے کے طشت پر سیمات

(23)

فراق گورکھپوری لکھتے ہیں:

"زنجیریں ایک بل کھاتی ہوئی حسین قوس وقزح ہے جس کی پھلاریں ان قطعات میں جھملا رہی ہیں۔ بہت سے قطعات کی خاموش اشاریت، ان کے خیال و جذبات کے خطوط کی حفیف تھرتھراہٹ اور مدھم جھنکار دیکھنے اور سننے کی چیزیں ہیں۔۔۔)"24)

رومانویت کے ساتھ ساتھ مصطفی زیدی کی شاعری میں جو عنصر توجہ طلب کرتا ہے وہ ان کی جمالیاتی حس ہے۔ جو دیکھنے محسوس کرنے، سوچنے اور لفظوں کے انتخاب میں بھی جمال پسند ہے۔ حتیٰ کہ یہ احساس ان کی شخصیت اور فکر میں اس قدر رچ بس گیا ہے کہ پوری شعری ساخت اور بنت میں جمالیاتی شائستگی نظر آتی ہے:

ایک پیکر میں عافیت کی بہار
ایک نقطے مں زندگی کا کمال
در حقیقت یہ اس کا جسم نہیں
جم گیا ہے خدا کا خواب جمال

(25)

آؤ سو جائیں:

کوہ ساروں پہ چھا گیا ہے سکوت
آبشاروں کی آنکھ میں ہے نمی
چاند بھی چھپ گیا ہے بادل میں
آؤ سو جائیں رات بھیگ چلی

(26)

اِن قطعات کی فضا رومانوی ہے۔احساس میں فطرت سے اُنس اور محبت جھلکتی ہے۔منظر واقعی ایک خواب آلود احساس کو جگاتا ہے۔رات خواب، چاند، سکوت، آنکھ مصطفیٰ زیدی کے خاص استعارے ہیں جن سے وہ خیال کی رو میں جابجا چمک پیدا کرتے ہیں۔وہ اپنے اظہار کو مزید موثر بنانے کے لیے فطرت سے استعارے حاصل کرتے ہیں:

مدتوں کور نگاہی دل کی

نور عرفاں کو ترستی رہتی

تو جو خورشید نہ بن کر آتی

ذہن پر اوس برستی رہتی

اس کے چہرے کا عکس پڑتا ہے

اس کی باتیں شروع ہوتی ہیں

آج کل رات بھر مرے دل میں

کتنی صبحیں طلوع ہوتی ہیں

مجھ کو چپ چاپ اس طرح مت دیکھ

میرے بستر کی سلوٹیں مت کھول

رات میں کتنی دیر سویا ہوں

بول اے صبح کے ستارے بول

(27)

"موج مری صدف صدف" جو قطعات دیے گئے ہیں ان کی آواز قدرے مختلف ہے لیکن استعارے وہی ہیں جو فطرت سے لیے گئے ہیں۔ صبح کا ستارہ، رات، چہرے کا عکس، صبحوں کا طلوع، خورشید، اوس وغیرہ ---- اس کے ساتھ ساتھ مصطفیٰ زیدی کا لہجہ بھی بعض اوقات فطری سا ہو جاتا ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ اس میں بات چیت کا فطری انداز آجاتا ہے۔بات چیت کا انداز ہمیشہ دل کی بات کہتے وقت زیادہ گہرائی سے آتا ہے۔سوگداز اور سوز بھی کبھی بین السطور اور کبھی لفظوں کے ساتھ اشک بار نظر آتا ہے:

صرف کہہ دوں کہ نَو ڈوب گئی

یا بتادوں کہ کیسے ڈوبی تھی

تم کہانی تو خیر سن لو گی

آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی

وقت کے ساتھ لوگ کہتے تھے

زخم دل کے تمھارے ہوں گے دور

آج کوئی انھیں خبر کردو

میرا ہر زخم بن گیا ناسور

(28)

پہلے قطعے میں "تم کہانی تو خیر سن لوگی" میں جو درد اور گداز ہے۔ وہ قطعے کی شان بڑھادیتا ہے۔ دوسرے قطعے میں "لوگ کہتے ہیں" کا ٹکڑا بھی ایک دھیمی آنچ کا احساس دلاتا ہے۔ یہ قطعہ دیکھیے:

سن کے لوگوں کے زہر سے فقرے

دیکھ کر اپنے گھر کی بربادی

میں بھی جب مسکرا ہی دیتا ہوں

تم تو کتنا بدل گئی ہوگی

(29)

اس قطعے میں وہ دکھ اور دردمندی موجود ہے جو شدید ترین طوفانوں کے گزر جانے کے بعد انسان میں ایک افسوہ بے نیازی پیدا کر دیتی ہے اور جو ہر انسان کے بس کی بات نہیں کہ پرانی چوٹوں پر اتنا بے نیازانہ مگر دردمندانہ رویہ اختیار کر سکے۔

تشبیہات کا خوب صورت اور نفیس انداز دیکھیے:

اللہ اللہ یہ لرزش مژگاں

جھٹپٹے کا ہے طرفہ راز و نیاز

راغنی میں ڈھلا ہوا گویا

رات کو گھومتے کرّے کا گداز

(30)

مندرجہ بالا دونوں قطعات کی ایک خاص خوبی یہ بھی ہے کہ ان میں اپنے اپنے طور پر خیال کی وحدت اثر انگیز ہے اور اشعار میں کامل رابط و تسلسل بھی موجود ہے۔ اور بیت سے بیت چسپاں ہوتی چلی جاتی ہے۔

"کوہِ ندا" کے قطعے تعداد میں صرف تین ہیں۔ ان میں سے دو قطعے تو مختصر قطعات میں شمار ہوتے ہیں یعنی صرف دو اشعار پر مشتمل ہیں لیکن ایک قطعہ پانچ اشعار پر مبنی ہے۔ پہلے دو قطعات سیاسی نوعیت کے ہیں جبکہ تیسرا قطعہ ان کے حسب حال یعنی ذاتی نوعیت کا ہے جس میں انھوں نے اپنے حالات کی ابتری، احباب کی طعنہ زنی، اور اپنا نشان عبرت ہونا بتایا ہے۔

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 3, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

ڈاکٹر منیبہ خانم نے لکھا ہے:

"مصطفیٰ زیدی(1930-1970) کے قطعات میں بھی وہی عشق کا غالب عنصر موجود ہے جو ان کی غزل کا طرّہ امتیاز ہے۔ بہت کم قطعات لکھے ان کے کلیات میں شامل مجموعے کوہِ ندا میں کچھ قطعات ہیں۔"(31)

1. فراق گورکھپوری۔ "پیش لفظ"۔ زنجیریں۔ مشمولہ، افکار۔ کراچی: زیدی ایڈیشن، (دوسری بار۔ بہ اضافہ) ص 124
2. مصطفیٰ زیدی۔ روشنی (بارِاوّل) الٰہ آباد: 1949ء۔ ص 78-84
3. مصطفیٰ زیدی۔ کلیات (گریبان)، لاہور: 1998ء۔ ص 16
4. ایضاً۔ (قبائے ساز)۔ ص 119
5. ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا۔ اردو میں قطعہ نگاری۔ (دوسرا ایڈیشن)۔ لاہور: منیب بکڈپو، 1977ء ص 5
6. ایضاً۔ ص 5-6
7. نقش۔ مصطفیٰ زیدی نمبر، کراچی: مارچ، اپریل 1971ء۔ ص 266
8. ایضاً
9. ایضاً۔ ص 265
10. ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا۔ اردو میں قطعہ نگاری۔ ص 98
11. ایضاً۔ ص 108
12. ایضاً۔ ص 115
13. ایضاً۔ ص 8
14. نقش۔ مصطفیٰ زیدی نمبر، ص 265
15. ایضاً
16. ایضاً
17. ایضاً۔ ص 266
18. افکار۔ مصطفیٰ زیدی نمبر، کراچی: شمارہ نمبر 9، دسمبر 1970ء۔ ص 210
19. ایضاً۔ ص 209
20. نقش۔ مصطفیٰ زیدی نمبر، ص 262
21. ایضاً۔ ص 266
22. ایضاً

23. ایضاً
24. ایضاً
25. ایضاً۔ص262
26. ایضاً۔ص265
27. ایضاً
28. مصطفٰی زیدی۔کلیات(موج مری صدف صدف) ص103-104
29. ایضاً۔ص102-103
30. ایضاً(قبائے ساز) ص109
31. ایضاً۔ص108
32. ڈاکٹر منیبہ خانم۔اردو میں قطعہ نگاری۔لاہور: بیکن ہاؤس بکس،2009ء۔ص226